© rasailojaraid.com

تحریر:- غلام مصطفےٰ۔ ایم اے، بی ایڈ

نظام عدل در عہد رسالت مآب ﷺ

دورِ نبویؐ میں مدعی اپنا دعویٰ خود پیش کرتا اور مدعا علیہ بھی خود اس کا جواب دیتا

آنحضرت ﷺ اور قانون کی بالادستی

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک ایسا عادلانہ نظام قائم فرمایا۔ جس کی نظیر دنیا کے کسی معاشرے میں نہیں ملتی۔ اسلامی معاشرے میں حصول عدل کو یقینی بنانے کیلئے سب سے پہلا کام جو پیغمبر ﷺ نے سرانجام دیا۔ وہ قانون کی بالادستی کا کام تھا۔ کسی انسانی معاشرے میں عدل کا تصور اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک کہ اس میں قانون کی حاکمیت نہ ہو۔ اسلام نے جہاں مسند عدالت کے سامنے ہر ایک کو بلا لحاظ رنگ و نسل، عہدہ و رتبہ مال و دولت اور اثر رسوخ لا کھڑا کیا۔ وہاں قرآن و سنت کی صورت میں ایسی لازوال تعلیمات مہیا کر دیں۔ جن کی بدولت نہ صرف عہد نبوی ﷺ میں انصاف کی فراوانی ہوئی بلکہ بعد میں بھی خلفائے راشدین اور انصاف پسند حکمرانوں نے عادلانہ نظام قائم کیا۔

آپؐ نے حضرت علیؓ کو وصیت کی! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو اس کا راستہ دکھادے گا اور تمہاری زبان کو اس پر قائم فرما دے گا جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھے ہوں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جیسے تم نے پہلے کی سنی۔

جب نبی کریم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو تبلیغ اسلام کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم

بھی موجود تھے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ تبلیغ دین کے لئے مامور تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فصل خصومیات پر بھی مامور فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے اس فریضہ کی یوں تصریح بیان کی گئی ہے۔

" فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواهم عما جاء ك من الحق."

آپ قرآن مجید کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ فرمائیں اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔

مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد جب پہلی اسلامی فلاحی مملکت کا قیام عمل میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے دنیا کا پہلا دستور تحریر کروایا اور اسے عملی طور پر نافذ بھی کیا۔ اس میں عدل و انصاف کو مرکزی حیثیت دی۔ چنانچہ دنیا کے سب سے پہلے تحریری دستور "میثاق مدینہ" میں یہ تصریح ملتی ہے کہ اس معاہدہ میں شامل ہونے والے تمام افراد اپنے تنازعات او رمقدمات میں رسول اللہ ﷺ سے رجوع کریں گے۔ میثاق مدینہ کی رو سے حضور ﷺ کو حکم تسلیم کر لیا گیا۔

چیف جسٹس

مذکورہ تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ معاہدہ کی رو سے آپ کو چیف جسٹس کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ تحریری دستور کے مطابق تمام تنازعے، عدالتی معاملات اور مقدمات حضرت محمد ﷺ کے سامنے پیش ہونگے۔

" وافكم مهما اختلفتم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیہ من شئی فان مددہ الی اللہ عزوجل والی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانہ ماکان بین اھل ھذا العیفۃ من حرث او اشتجا و یخاف فسادہ فان مددہ الی اللہ عزوجل والی اللہ محمد .رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

حضرت عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا اگر میں ان کے درمیان فیصلہ کردوں تو مجھے کیا اجر ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم نے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر تم سے صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود خطا لاحق ہوگئی تو ایک نیکی ملے گی۔

یعنی جب کبھی تمہارے درمیان کسی معاملہ میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانا ہوگا۔ جب کبھی اس صحیفہ والوں کے درمیان کوئی تنازعہ پیش آئے تو جس سے فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانا ہوگا۔ عربی میں "فھما اختلفتم فیہ من شئی۔" اور "اشجار" جامع قانونی اصطلاحات ہیں ان کا اطلاق تمام قسم کے قانون، عدالتی، انتظامی معاشرتی اور سیاسی جھگڑوں پر ہوتا ہے۔ ان دفعات کی رو سے آپ مدینہ کی سیاست کے چیف جسٹس قرار پائے۔ دستور کی پابندی تمام پر لازم تھی۔

تاریخ میں ایسے مقدمات محفوظ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف دائر ہوئے تھے۔

مقدمات کے فیصلے میں آنحضرت ﷺ کا طریق کار

آنحضرت ﷺ لوگوں کے قضیوں کا فیصلہ وحی الٰہی کے مطابق فرماتے تھے۔ اگر وحی نہ آتی تو اجتہاد فرماتے یا اصحاب کرامؓ سے مشورہ کرتے جیسا کہ غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کا مشورہ کیا گیا۔ اس موقع پر یہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اہل کتاب اور دیگر غیر مسلموں کے مقدموں میں آنحضرت ﷺ ان کے شخصی قانون ہی کے مطابق فیصلے فرماتے۔ آپ کا یہ طرز عمل بعد میں مستقل قانون کی شکل اختیار کر گیا۔ کہ غیر مسلم رعایا اور کے مقدمات کا فیصلہ ان کے شخصی قانون کے مطابق کیا جائے اور اس غرض کے لئے خصوصی عدالتیں بنائی جائیں۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں اس چیز نے کافی ترقی کر لی تھی اور ان عدالتوں کے حکم بھی ہم ملت ہی مقرر ہوتے تھے۔ آپ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی گفتگو توجہ سے سنتے۔ اثبات واقعہ کی صورتیں آپ کے ہاں مبینہ قسم، گواہوں کی شہادت، تحریر، فراست و درایت سے واقعہ کا اثبات یا نفی پند ونصائح اور قرعہ اندازی وغیرہ تھیں۔

گواہی کا بیان

عہد نبوی ﷺ میں اظہار بیان کا طریقہ نہایت سادہ تھا۔ مدعی، مدعا علیہ اور گواہ سب مسجد نبوی ﷺ میں آپ کے سامنے پیش ہو کر بیان دیتے۔ اس کے مطابق فیصلہ ہو جاتا۔ یہ تصور بہت کم تھا کہ گواہ جھوٹ بول کر غلط فیصلہ بھی کروا سکتے ہیں۔ اس طرح گواہوں پر جرح کا طریقہ بھی رائج نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے دور میں گواہوں کو علیحدہ علیحدہ بلانے کا رواج پڑا اور گواہوں پر جرح کی ابتداء ہوئی۔

پیروی مقدمہ اور وکالت

دور نبوی ﷺ میں مدعی اپنا دعویٰ خود پیش کرتا تھا اور مدعا علیہ بھی خود اس کا جواب دیتا تھا۔ وکیل کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم معذوری کی حالت میں اسلام نے وکالت کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل۔"

اگر قرضہ لینے والے بے عقل یا کمزور ہو یا لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ مضمون لکھوائے۔

قسم

اگر مدعی شہادت فراہم کرنے یا ثبوت بہم پہنچانے میں ناکام رہا ہو تو پھر مدعا علیہ کے ذمے قسم ہے۔ اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ سے ڈر کر سچی بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہدے۔ قسم کے ذریعے اسے عدالت میں خدا یاد دلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف گواہ کو جھوٹی قسم اٹھانے سے روک دیتا ہے۔

قاضیوں کی تربیت

آنحضرت ﷺ مدعی اور مدعا علیہ میں سے کسی کی رورعایت نہ فرماتے۔ اپنے پرائے کی کوئی تمیز روا نہ رکھتے۔ مسلم اور غیر مسلم میں بھی قانون کے معاملے میں کوئی فرق نہ کرتے۔ آپ ﷺ فریقین کا پورا موقف سن کر فیصلہ صادر فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنے دور مبارک کے قاضیوں کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بناتے ہوئے ہدایت فرمائی۔

"عن علی قال بعثی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیا فقلت یارسول اللہ ترسلنی وانا حدیث السن ولا علمہ بی بالقضاء فقال اللہ سیھدی قلبک ویثبت لسانک فاذا جلسن یمن یدیدو لغمھان فلا تقضین حتی تسمع من الأخر کما سمعت من الاول فانہ احری ان یتبین لک القضاء قال فما زلت قاضیا وما شککت فی قضاء بعدہ۔"

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا۔ میں عرض گزار ہوں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں۔ حالانکہ میں کم عمر ہوں اور فیصلے کرنے کا مجھے علم بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو اس کا راستہ دکھا دے گا اور تمہاری زبان کو اس پر قائم فرما دے گا۔ جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھے ہوں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے فریق کی بات نہ سن لو۔ جیسے تم نے پہلے کی بات سنی۔ یہ طریقہ کار تمہارے لئے فیصلے کو واضح کر دے گا۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد فیصلہ کرنے میں نہ مجھ سے کوئی لغزش واقع ہوئی اور نہ کسی فیصلے میں مجھے کوئی شک ہوا۔

قاضیوں کی تقرری

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جب کسی صحابی کو قاضی کے عہدے پر متعین فرماتے تھے تو اسے آداب قضا کی تعلیم بھی دیتے تھے اور ساتھ ہی اسے دعا بھی دیتے تھے۔ عہد رسالت میں تشریح، تنفید اور قضا تینوں مناصب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ البتہ عارضی طور پر کسی مقدمہ کے فیصلے اور اسی کے تنفیذ کیلئے آپ اپنے نائب کے طور پر کسی صحابی کو مامور فرما دیا کرتے تھے۔ یوں اس صحابی کا فیصلہ بھی گویا حضور ﷺ ہی کا فیصلہ ہوتا تھا۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا۔ اے عمرو ان کے درمیان فیصلہ کر دو۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ یہ فیصلہ کرنا تو میری بجائے آپ ﷺ کا منصب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چند کہ ایسا ہی ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے عرض کیا اگر میں ان کے درمیان فیصلہ کر دوں تو مجھے کیا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر تم سے صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود خطا لاحق ہو گئی تو ایک نیکی ملے گی۔

اسلامی ریاست کے وسعت کے باوجود آپ ﷺ نے پوری مملکت میں مقدمات کے تصفیہ کا تسلی بخش انتظام کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ حضرت علیؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت معقل بن یسارؓ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت حذیفہؓ حضرت عتاب بن اسیدؓ حضرت دحیہؓ او رحضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو مختلف علاقوں کا قاضی مقرر فرمایا۔

حوالہ جات

۱۔ محمد الیاس "جسٹس" رسالت مآب ﷺ کا نظام عدل" سیرت رسول اکرم ﷺ اور نظام امن و اصلاح (تالیف محمد شریف سیالوی و ڈاکٹر محمد سلیم) مصطفی ایجوکیشنل سوسائٹی ملتان، ۱۹۹۲، ص ۱۴)

۲۔ المائدہ: ۴۸

۳۔ محمد عبدالملک بن ہشام "سیرۃ النبی ﷺ" دارالفکر بیروت، ۱۹۳۷، ج ۲ ص ۱۲۱

۴۔ محمد طفیل، نقوش، ادارہ فروغ اردو، لاہور، شمارہ ۱۳۰ (جنوری ۱۹۸۵) ج ۱۱ ص ۶۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' المکتبۃ القدوسیہ اردو بازار' لاہور' ۱۹۸۴' ج ۳ ص ۲۷۱

۶۔حمیداللہ' ڈاکٹر' عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی' ص ۱۵۵۔۱۵۷

۷۔حسن ابراہیم' النظم الاسلامیہ (ترجمہ محمد علیم اللہ صدیقی) شیخ محمد بشیر اینڈ سنز لاہور ص ۱۰

۸۔شمیم حسین قادری' اسلامی ریاست' علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور' ۱۹۹۰' ص ۲۷۶

۹۔البقرہ: ۲۸۲

۱۰۔الجامع الصحیح للبخاری' کتاب الشہادات ج ۱ ص ۳۵۹

۱۱۔شمیم حسین قادری' اسلامی ریاست' ص ۲۷۶

۱۲۔سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' کتاب القضا' ایچ ایم سعید کمپنی کراچی' ۱۴۰۲ھ ص ۱۴۸

۱۳۔احمد بن حنبل' مسند' مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت' ج ۴' ص ۳۰۵

۱۴۔ ابن الطلاع: محمد بن الفرج' اقضیۃ الرسول (تحقیق و تدوین محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی) ترجمہ ادارہ معارف اسلامی لاہور' ص ۳۵۔۴۷

مومن بخیل نہیں ہوسکتا (حدیث)

AC

امین کیمیکلز

امپورٹ اینڈ سٹاکسٹ

پروپرائیٹر ایس ایم بلال امین

Ph: 640340,634226
Mob:0303-6701190
Mob:0300-6605376
Res:634399

بالمقابل M.C.B ۔گول کریانہ ریل بازار فیصل آباد

شہید کی موت قوم کی حیات ہے

تحریر:- حافظ ذوالقرنین
73 چک ٹبی کھرڑیانوالہ

احمدہ و اصلی واسلم علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد! اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ (البقرہ)

جواللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو۔

افراد کے مجموعے کو معاشرہ کا نام دیا جاتا ہے اور ایک معاشرے میں فرد واحد کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے۔اور بے شمار قومیں اور تحریکیں اپنے ایک لیڈر کی وجہ سے ہی کامیاب ہوئی ہیں۔تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں۔پاکستان کی تاریخ کو ہی دیکھ لیں۔قائداعظمؒ ایک فرد واحد' ایک لیڈر ہے اور عالمی سطح پر اس کی حیثیت مسلم ہے۔پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ پاکستان قائداعظم کی قیادت میں معرض وجود میں آیا۔تاریخ میں اور بھی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فرد واحد اگر ذہین' مخلص اور دیانت دار ہو تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔بقول اقبالؒ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے قوم کی تقدیر — ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

شہید بھی بسا اوقات فرد واحد ہوتا ہے۔جس کا خون رنگ لاتا ہے اور تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔جو کوئی مومن اللہ عزوجل کی راہ میں اسلام کی سربلندی کے لئے جان دے دے۔تو وہ شہید۔اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم جان دے دے تو وہ شہید نہیں کہلائے گا اور نہ ہی غیر مسلم کی موت اس کی قوم کے لئے حیات بنے گی۔اگر کوئی مومن شہید ہو تو وہ قوم کی حیات ہے۔پاکستان کی تاریخ میں اس کی بہترین مثال علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی ہے۔جو آج بھی مسلمان قوم کی حیات ہے اور اسلامی تاریخ میں اس کی بہترین مثال غزوہ بدر کی ہے۔313 مجاہدین میں سے جنہوں نے جام شہادت نوش کیا وہ تاریخ کا زریں باب بنے۔ہمیں آج بھی ان کے حالات زندگی ملتے ہیں اور وہ آج بھی قوم کی حیات ہیں۔اور جو مقابلے میں مارے گئے۔تاریخ ان کو ایسے بھول گئی جیسے بلی اپنے بچوں کو بھول جاتی ہے اور آج شاید کسی کو ان کے نام تک معلوم نہ ہوں وہ اپنی قوم کے لئے حیات نہ بن سکے۔شہید کی موت قوم کی حیات ہے کی ایک اور بہت بڑی عملی مثال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں 27 غزوات ہوئے جن میں کم و بیش مجاہدین شہید ہوئے۔ان اللہ کے مجاہدوں نے قربانیاں دیں اور آج دنیا میں 2 ارب کے قریب مسلمان ہیں۔یعنی صرف چودہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی۔دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں۔جس کے افراد کی قربانی سے اس کی قوم کو فائدہ پہنچا ہو۔جنگ عظیم دوئم میں لاکھوں غیر مسلم مارے گئے مگر ان کی قوم کو ان کی موت سے کوئی فائدہ نہ پہنچا اور نہ وہ اپنی قوم کے لئے حیات بن سکے بلکہ ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

لیکن مسلمانوں کے شہیدوں کی موت قوم کی حیات بنی۔بلکہ ایسی حیات کہ مسلمان پوری دنیا پر چھا گئے۔شہید کا خون رنگ ضرور لاتا ہے بعض اوقات اس میں دیر ہو سکتی ہے اندھیر نہیں۔عراق کی سرزمین میں ہلاکو خاں' چنگیز خان نے سولہ لاکھ افراد شہید کئے۔یہ سولہ لاکھ کا لفظ آج بھی مسلمانوں کی تاریخ میں محفوظ ہے مگر ہلاکو خان اور چنگیز خان کا آج کوئی پتہ نہیں کہ کہاں مرے اور کہاں دفن ہوئے۔ان کی موت قوم کی حیات نہ بن سکی۔سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ' زید بن حارثہ' عبداللہ بن جحش رضوان اللہ اجمعین اور کن کن کے نام لوں جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے جان دی اور شہادت کے رتبے تک پہنچے۔

وہ آج بھی مسلم قوم کے دلوں کی آواز ہیں۔وہ آج بھی تاریخ کے اوراق میں اور لوگوں کے دلوں میں حیات ہیں۔پھر میں کیوں نہ کہوں کہ شہید کی موت قوم کی حیات ہے۔

ان سپوتوں کی شہادت سے اسلام کو سربلندی ملی اور آج بھی شہادت کا جذبہ مسلمانوں کو عروج سے ہمکنار کر سکتا ہے۔آئیں عہد کریں کہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور سربلندی کیلئے تگ و دو کریں گے او شہادت کی تمنا اور جذبہ جہاد پیدا کریں گے اور پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔ان شاءاللہ عزوجل

اٹھ کہ بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے — مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

© rasailojaraid.com